امام ابوحنیفہؒ اور اصولِ فقہ

ڈاکٹر حافظ عبداللہ

اب اس بات میں کسی کلام کی گنجائش نہیں کہ صحابہ و تابعین اور پھر ائمہ مجتہدین کے پیش نظر نصوص سے استنباط اور نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کے دوران با قاعدہ قواعد و ضوابط ہوتے تھے جن کو وہ پیش نظر رکھتے تھے۔ لہٰذا فقہ کے اصول وقواعد کی موجودگی اور دوران استنباط و استخراج ان کا استعمال یقینی اور قطعی ہے۔ البتہ تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اصول فقہ کے موضوع پر سب سے پہلے با قاعدہ کس نے کتاب تالیف کی؟ اگرچہ اس بات کا قطعی اور یقینی طور پر تعین کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کہ کسی علم میں اولین تالیف کا شرف کس کو حاصل ہوا جبکہ علوم کی تدوین وترتیب اور تصنیف وتالیف اپنے ابتدائی مراحل میں ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ ابتدائی تالیفات و تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ زمانہ کے دست برد سے محفوظ بھی نہ رہا ہو۔ دور حاضر کے ایک معروف محقق ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان نے بجا فرمایا ہے:

> ''قوموں میں علوم کا ظہور اچانک نہیں ہوتا، بلکہ وہ غور وخوض اور گہری فکر کے ایک زمانہ سے گزرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے معانی روشن ہوجاتے ہیں، ذہنوں میں ان کی حدود واضح ہوجاتی ہیں اور ان کی تدوین کے اسباب مہیا ہوجاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی نمو اور نکھار میں قانون تطور وتدریج سے گزرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (کسی علم کی) ابتدا اور اس (علم کی) زمام تھامنے والے اولین افراد کا تعین مشکل ہوتا ہے۔ یہی معاملہ علمِ اصول فقہ میں پہلی تالیف (کے تعین) کے بارے میں بھی ہے۔ مختلف اہل مذاہب کے مابین (اصول فقہ میں) پہلی تالیف کے

بارے میں اختلاف ہے، باوجود یہ کہ بعض (اہل مذہب) کا دعویٰ اس مسئلہ پر اجماع کا ہے۔" [۱]

دورِ تدوین میں فقہی مکاتبِ فکر کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مختلف بلادِ اسلامیہ میں متعدد ائمہ مجتہدین، اجتہاد و استنباط کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ علامہ ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں:

"ثم أتى بعد التابعين فقهاء الامصار: كأبى حنيفة، و سفيان، و ابن أبى ليلى بالكوفة، و ابن جريج بمكة، ومالك و ابن الماجشون بالمدينة، و عثمان البتى و سوار بالبصرة، و الأوزاعى بالشام، و الليث بمصر، فجروا على تلك الطريقة من أخذ كل واحد منهم عن التابعين من أهل بلده فيما كان عندهم، و اجتهادهم فيما لم يجدوا عندهم، و هو موجود عندغيرهم، و لا يكلف الله نفسا الا وسعها" [۲]

پھر تابعین کے بعد مختلف علاقوں میں فقہاء ہوئے، جیسا کہ ابوحنیفہ، سفیان، ابن ابی لیلیٰ کوفہ میں، ابن جریج مکہ میں، مالک اور ابن ماجشون مدینہ میں اور عثمان البتی اور سوار بصرہ میں، اوزاعی شام میں، لیث مصر میں۔ پس ان (فقہاء) نے اپنے اپنے شہر میں موجود تابعین سے جو کچھ ان کے پاس تھا، اسے اخذ کیا اور جو کچھ ان کے پاس نہیں تھا اس کے بارے میں اجتہاد کیا، اگرچہ (یہ اجتہادات) دوسرے (شہر کے) لوگوں کے پاس موجود تھے۔ اللہ نے ہر شخص کو اسی کا مکلّف کیا ہے جو اس کے بس میں ہے۔

ان میں دو مکاتبِ فکر ایسے ہیں جن کا منہج زیادہ مقبول ہوا۔ ایک حجاز کا مکتبۂ فکر جس کی امامت امام مالکؒ فرما رہے تھے اور اس کی بنیاد حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عباسؓ کے فتاویٰ اور احکام پر قائم ہوئی اور دوسرا عراقی مکتبہ فکر تھا جس کی امامت امام ابوحنیفہؒ فرما رہے تھے اور اس کی بنیاد حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت علیؓ، قاضی شریحؒ اور پھر ان کے تلامذۃ علقمہؒ، ابراہیم نخعیؒ اور حمادؒ کے فتاویٰ اور احکام پر قائم تھی۔

لیکن ان دونوں مکاتب فکر میں سے عراقی مکتبۂ فکر کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کے قائد امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تدوین کے لیے با قاعدہ مجلس تشکیل دی جس کے لیے آپ نے اپنے تلامذہ میں سے چالیس ایسے افراد کا انتخاب فرمایا جو خاص خاص فنون میں ، جو تدوین وتکمیل فقہ کے لیے ضروری تھے، استادِ زمانہ تسلیم کیے جاتے تھے، مثلاً یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، قاضی ابو یوسف وغیرہ حدیث وآثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے، قاسم بن معن اور امام محمد کو ادب اور عربیت میں کمال حاصل تھا۔

علامہ زاہد الکوثری فرماتے ہیں:

وكان أجلى مميزات مذهب أبي حنيفه، أنه مذهب شورى، تلقته جماعة عن جماعة اِلى الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين بخلاف سائر المذاهب، فانها مجموعة آراء لأئمتها. ۳؎

’’مسلک امام ابو حنیفہ کے اہم امتیازات میں سے یہ ہے کہ یہ مسلک شورائی ہے، اسے ایک جماعت نے دوسری جماعت سے حاصل کیا اور یہ سلسلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک ہے، اس کے برعکس دیگر مسالک ان کے ائمہ کی آراء کا مجموعہ ہیں۔

علامہ کوثری آگے فرماتے ہیں:

مغیرہ بن حمزہ کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ کے اصحاب جنہوں نے ان کے ساتھ کتب کی تدوین کی، چالیس افراد تھے جو کہ (علم ومرتبہ میں) بڑوں کے (بھی) بڑے تھے۔

اسد بن الفرات نے فرمایا: ’’امام ابوحنیفہ کے اصحاب جنہوں نے ان کے ساتھ کتب کی تدوین کی ، چالیس افراد تھے ۔ ان میں سے ابتدائی دس افراد میں یہ حضرات شامل تھے ۔ زفر بن ہذیلؒ، داؤد طائیؒ، اسد بن عمرو، یوسف بن خالد اسلمی (امام شافعیؒ کے مشائخ میں سے ایک) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (جوان کے لیے تیس سال تک کتابت کرتے رہے)۔ مجھے اسد بن عمرو نے بتایا کہ وہ حضرات کسی سوال کے جواب میں ابوحنیفہؒ کی موجودگی میں مختلف آراء دیا کرتے

تھے ۔ ایک کا جواب کچھ ہوتا تو دوسرے کا جواب کچھ اور۔ پھر وہ مسئلہ کو امام ابوحنیفہ کے سامنے پیش کرتے اور ان سے پوچھتے۔ پس وہ ایسا جواب دیتے جو کہ جامع ہوتا یعنی اقرب (الی الصواب)۔ اور کسی مسئلہ کے حل کے لیے تین دن تک بحث و گفتگو ہوتی رہتی، پھر وہ اسے دیوان میں لکھ دیتے۔''[۳ الف]

فقہ حنفی کے طریقۂ تدوین سے متعلق علامہ شبلی فرماتے ہیں:

''تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا، اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے تو اسی وقت قلم بند کرلیا جاتا اور نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں، کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی، امام صاحب بہت غور اور تحمل کے ساتھ سب کی تقریریں سنتے اور بالآخر ایسا جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحب کے فیصلے کے بعد بھی لوگ اپنی اپنی آراء پر قائم رہتے، اس وقت وہ سب مختلف اقوال قلم بند کرلیے جاتے، اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام شرکائے جلسہ جمع نہ ہولیں کسی مسئلہ کو طے نہ کیا جائے۔''[۴]

علامہ کوثری تحریر فرماتے ہیں:

"قال اسحاق بن ابراهيم: كان أصحاب أبی حنيفه يخوضون معه فی المسألة، فإذا لم يحضر عافية بن يزيد القاضی قال أبو حنيفة: لا ترفعوا المسألة حتى يحضر عافية، فاذا حضر عافية و وافقهم قال ابوحنيفة: أثبتوها، و ان لم يوافقهم، قال أبو حنيفة: لا تثبتوها.

اسحاق بن ابراہیم کا قول ہے: امام ابوحنیفہ کے اصحاب ان کے ساتھ کسی مسئلہ پر غور و خوض کرتے تھے۔ پس اگر عافیہ بن یزید القاضی موجود نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہ فرماتے: اس مسئلہ کو اس وقت تک نہ اٹھایا جائے جب تک عافیہ موجود نہ ہوں۔ جب عافیہ موجود ہوتے اور ان کی موافقت کرتے تو امام ابو حنیفہ فرماتے اس (مسئلہ کو) ضبط تحریر میں لے آؤ اور اگر وہ موافقت نہ کرتے تو امام ابوحنیفہ فرماتے اسے مت تحریر کرو۔

یقول زفر: کنا نختلف اِلی أبی حنیفة و معنا أبو یوسف و محمد بن الحسن ، فکنا نکتب عنه ، قال زفر، فقال یوما ابو حنیفة لأبی یوسف: و یحک یا یعقوب، لا تکتب کل ما تسمع منی ، فاِنی قد أری الرای الیوم و أترکه غدا، و أری الرأی غدا، وأترکه فی غده، انظر کیف کان ینهی أصحابه عن تدوین المسائل ، اِذا تعجل احدهم بکتابتها قبل تمحیصها کما یجب.''۵؎

زفرؒ فرماتے ہیں: ''ہم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ ابو یوسف اور محمد بن حسن ہوتے۔ ہم ان کے اقوال لکھتے تھے۔ایک دن امام ابوحنیفہ نے امام ابو یوسف سے فرمایا۔ ''اے یعقوب، تمھارا بھلا ہو۔ جو کچھ مجھ سے سنتے ہوا سے نہ لکھ لیا کرو۔ میں آج ایک رائے قائم کرتا ہوں، کل اسے چھوڑ دوں گا۔کل ایک رائے رکھوں گا ، پرسوں اسے چھوڑ دوں گا''۔ دیکھئے کہ امام ابو حنیفہ اپنے ساتھیوں کو، جب وہ بحث وتمحیص کے بغیر مسائل لکھنے میں جلدی کرتے تو انھیں تدوینِ مسائل سے کیسے منع کرتے تھے۔

علامہ کوثری الموفق المکی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''انه وضع أبو حنیفة مذهبه شوری بینهم لم یستبد فیه بنفسه دونهم اجتهادا منه فی الدین و مبالغه فی النصیحة للّٰہ و رسوله و المؤمنین، فکان یلقی المسائل مسألة مسألة و یسمع ما عندهم و یقول ماعنده و یناظر هم شهرا أو اکثر حتی یستقر أحد الأقوال فیها، ثم یثبتها أبویوسف فی الأصول حتی اثبت الأصول کلها، و هذا یکون أولی

امام ابوحنیفہؒ نے اپنا مسلک باہمی مشاورت کی بنیاد پر وضع کیا۔ انہوں نے خود کو برتر نہیں سمجھا اور اپنی رائے کو دوسروں پر مسلّط نہیں کیا۔ دین کے معاملے میں ان کی طرف سے اس کی پوری کوشش ہوئی۔ایسا انھوں نے اللہ، اس کے رسول اور مومنین سے خیر خواہی کے جذبے سے کیا۔ وہ ایک ایک مسئلہ پیش کرتے تھے اور (اپنے اصحاب سے) جوان کے پاس ہوتے ان کے خیالات سنتے اور اپنی بات سناتے۔ اس طرح باہم ایک ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ مباحثہ چلتا رہتا۔ یہاں تک کہ

و أصـوب، و اِلـی الـحق أقرب، والـقلوب الیه أسکن وبه أطیب، من مـذهـب مـن انـفـرد فـوضع مذهبه بنفسه، و یرجع فیه اِلی رأیه."٦

کسی ایک قول پر استقرار ہوجاتا، پھر امام ابو یوسف اسے کتاب الأصول میں تحریر کرتے۔ یہاں تک تمام اصول کا انضباط عمل میں آگیا۔ اس لیے مسلک امام ابوحنیفہ اولیٰ، قرین صواب، حق کے زیادہ قریب، قلوب کے لیے باعث اطمینان اور پاکیزہ ترین ہے، اس مسلک کے مقابلہ میں جس کو (اس کے بانی نے) انفرادی طور پر وضع کیا اور اس (مسلک) کا مرجع اس کے (بانی) کی رائے ہے۔"

اسی طرح ایک مسئلہ کی متعدد صورتیں زیر بحث لائی جاتیں اور خوب بحث وتمحیص کے بعد اسے تحریر کیا جاتا۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں:

"اور ابوحنیفہؒ کا اپنے ساتھیوں کو فقہ سکھانے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مسائل پر متعلق گفتگو کرتے ہوئے کسی مسئلہ پر ایک رائے پیش کرتے اور اس کی تائید میں ان کے پاس جو دلائل و براہین ہوتے انھیں پیش کرتے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے پوچھتے کہ کیا ان کے پاس اس (رائے) کے معارضہ میں کچھ (دلائل) ہیں۔ پس جب انھیں اپنی رائے کو تسلیم کرتا ہوا پاتے تو خود ہی جو کچھ انہوں نے پہلے کہا اس پر رد کرنا شروع کرتے، یہاں تک سامعین ان کی دوسری رائے کے درست ہونے کے قائل ہوجاتے تو ان سے اپنی اس نئی رائے کے بارے میں ان کی رائے طلب کرتے۔ پھر جب دیکھتے کہ ان کے پاس کوئی بات نہیں تو تیسری رائے سامنے لاتے۔ پھر سب کا رجحان اس تیسری رائے کی طرف ہوجاتا۔ آخر میں ان میں سے ایک رائے کو جو کہ صائب ہوتی، واضح دلائل سے محکم کرتے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا امتیازی طریقۂ تفقہ ہے۔"٧

اس مجلسِ تدوین فقہ نے، جس میں محدثین، فقہاء، لغت وعربیت کے ائمہ اور

استنباط و اجتہاد کے ماہرین شریک تھے جو مسئلہ تحریر کرنے سے پہلے خوب غور وفکر، بحث و نظر اور نقد و جرح کرتے تھے، عرصہ تیس سال میں اپنا کام مکمل کیا۔ اس مجلس کی مذکورہ ہیئت اور طریقہ کار اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اس میں نہ صرف فروع اور جزئیاتِ فقہ کو زیر بحث لایا جاتا ہوگا، بلکہ استنباط کے اصول وقواعد کی روشنی میں ان پر بحث ہوتی ہوگی اور خود استنباط کے اصول وقواعد کی بھی تنقیح و ترتیب کا کام ہوتا ہوگا۔ اس کے ساتھ اگر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عراق کا یہ مکتب فکر قیاس اور رائے کو استعمال کرنے کے لحاظ سے مشہور بھی تھا تو کچھ تعجب نہیں کہ خود اس مکتب فکر کے امام حضرت ابوحنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس اور استنباط کے اصول وقواعد سے متعلق کتاب تصنیف فرمائی ہو یا املا کروائی ہو۔ جیسا کہ علامہ کوثریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ومما يذكر في مؤلفات الاقدمين من كتب ابي حنيفة كتاب الرأي ذكره ابن ابي العوام."[8]

"قدماء کی تالیفات کے ضمن میں امام ابو حنیفہ کی کتابوں میں سے کتاب الرأی کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسے ابن ابی العوام نے ذکر کیا ہے۔"

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جمع و تدوین کے اولین دور کے سب سے بڑے مصنف امام ابوحنیفہ تھے۔ ان کا کوئی معاصر اس میں ان کا ہم سر نہیں۔

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

"لم يظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورين مثل ماظهر لابي حنيفة من الاصحاب و التلاميذ و لم ينتفع العلماء و جميع الناس بمثل ما انتفعوا به و باصحابه في تفسير الاحاديث المشتبهة و المسائل المستنبطة و النوازل و القضاء والاحكام، جزاهم الله خيرا، و قد

"امام ابوحنیفہ کے جتنے اصحاب و تلامذہ مشہور ہوئے، اتنے ائمہ اسلام میں سے کسی کے بھی نہیں ہوئے۔ اسی طرح علماء اور دیگر حضرات احادیث مشتبہ، مسائل مستنطبہ، نوازل، قضاء، اور احکام کے سلسلے میں جتنا فائدہ ان سے اور ان کے اصحاب سے اٹھایا اتنا کسی اور سے نہیں اٹھایا۔ اللہ انہیں بہترین جزا عطا کرے۔ بعض

ذکر منھم بعض متأخری المحدثین فی ترجمتہ نحو الثمانمائۃ مع ضبط أسمائھم و نسبھم بما یطول ذکرہ.''۹

متأخرین محدثین نے امام ابوحنیفہ کی سوانح میں نام ونسب کے ساتھ ان کے آٹھ سو اصحاب اور تلامذہ کا تذکرہ کیا ہے، اس کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔''

علامہ کوثری نے مذہب حنفی کے پھیلاؤ کی اصلی وجہ اس اجماعی طریقۂ تدوین کو قرار دیا ہے۔فرماتے ہیں:

''اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوحنیفہؒ اپنے اصحاب سے اپنی رائے کے قبول پر اصرار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انھیں آمادہ کرتے تھے کہ اپنی آراء پیش کریں۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا، پس وہ بات قبول کر لیتے جو دلیل سے واضح ہوجاتی تھی اور اسے چھوڑ دیتے جو دلیل سے رد ہوجاتی۔ وہ فرماتے تھے: ''کسی شخص کے لیے درست نہیں کہ ہماری رائے کے مطابق رائے اختیار کرے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ قول کیسے اختیار کیا۔''۱۰

اس دور میں نہ صرف امام ابوحنیفہؒ کی کتب متداول و مروج ہوئیں، بلکہ بڑے بڑے ائمہ ان سے استفادہ کرتے تھے۔

امام مالکؒ نے خالد بن مخلد قطوانی کو خط لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں طلب کیں اور انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔۱۱

عبدالعزیز الدراوردی سے روایت ہے:

أن مالکا کان ینظر فی کتب أبی حنیفہ و ینتفع بھا .۱۲

امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ کی کتب دیکھا کرتے تھے اوران سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''من لم ینظر فی کتب ابی حنیفۃ لم یتبحر فی الفقہ.''۱۳

جس نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں نہیں دیکھیں، اس نے فقہ میں عبور حاصل نہیں کیا۔

زائدہ بن قدامہ نے ایک مرتبہ سفیان ثوریؒ کے سرہانے ایک کتاب پائی جس کو وہ دیکھا کرتے تھے، انہوں نے ان سے اس کو دیکھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دے دی، اس کے بعد زائدہ بن قدامہ کہتے ہیں:

"فاذا كتاب الرهن لابى حنيفة، فقلت له تنظر فى كتبه؟ فقال: وددت انها كلها عندى مجتمعة انظر فيها، فما بقى فى شرح العلم غاية، و لكن ماننصفه." [۱۴]

وہ امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الرھن تھی، میں نے کہا: کیا آپ ان کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ فرمایا" میں تو چاہتا ہوں کہ ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوں اور میں ان کو دیکھتا رہوں۔ انہوں نے علم کی شرح میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر ہم ان سے انصاف کا معاملہ نہیں کرتے۔

عبداللہ بن داؤد واسطی کا قول ہے:

"من اراد ان يخرج من ذل العمى و الجهل و يجد لذة الفقه فلينظر فى كتب ابى حنيفة." [۱۵]

"جو چاہتا ہے کہ اندھے پن اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت پائے تو وہ امام ابوحنیفہؒ کی کتب کا مطالعہ کرے۔"

خطیب بغدادیؒ سجادۃ راوی کا بیان نقل فرماتے ہیں:

"دخلت أنا و ابو مسلم المستملى على يزيد بن هارون– وهو نازل ببغداد على منصور بن المهدى– فصعدنا الى غرفة هو فيها فقال له أبو مسلم : ماتقول يا أبا خالد فى أبى حنيفة و النظر فى كتبه؟ قال: انظروا فيها ان كنتم تريدون أن تفقهوا فانى ماريت احدا من الفقهاء يكره النظر فى قوله" [۱٦]

میں اور ابومسلم المستملی زید بن ہارون کے پاس گئے، وہ منصور بن المہدی کے پاس بغداد میں مہمان تھے۔ ہم سیڑھیاں چڑھ کر اس کمرے میں پہنچے جس میں وہ تشریف فرما تھے۔ ابومسلم نے ان سے کہا" اے ابوخالد، آپ ابوحنیفہ اور ان کی کتب کے مطالعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: اگر چاہتے ہو کہ تم میں تفقہ پیدا ہو تو ان کی کتابیں دیکھو۔ میں نے تو فقہاء میں سے کسی کو ان کے اقوال کے مطالعہ کو ناپسند کرتا نہیں دیکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف دورِ اول کے کثیر التصانیف مصنف تھے، بلکہ ان کی کتب اس قدر بلند پایہ تھیں کہ اس دور کے تمام اکابر ائمہ فقہ واجتہاد ان سے استفادہ کرتے تھے۔ امام صاحب کی کتب کے ساتھ یہ اعتناء اور شغف صدیوں تک رہا ہے۔

قاضی اطہر مبارکپوریؒ رقم طراز ہیں:

''امام صاحب کی کتابوں کے ساتھ اعتناء وشغف کا یہ حال تھا کہ پانچویں صدی کے ایک عالم کو زبانی یاد تھیں، اور ان کا دعویٰ تھا کہ اگر دنیا سے یہ کتابیں ناپید ہوجائیں تو میں ان کو اپنی یاد داشت سے لکھوا سکتا ہوں۔ سمعانی نے قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری مروزی متوفی ۴۱۵ھ کا قول نقل کیا ہے:"لو نفدت كتب ابى حنيفة رحمه الله لأمليتها من نفسى.''یعنی''اگر امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں مٹ جائیں تو میں اپنی یاد داشت سے اسے املا کروادوں۔''[۱۷]

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس دور کے فقہاء ومحدثین کے تلامذہ نے اپنے اساتذہ وشیوخ کی کتابوں کو ضبط کر کے روایت کیا جس کی وجہ سے ان کی کتابوں کا شمار تلامذہ کی تصانیف میں ہونے لگا۔ جیسا کہ اب کتاب الآثار امام ابویوسف اور کتاب الآثار امام محمد کے متعلق محقق ہوچکا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کی تصنیف ہے جس کو آپ سے آپ کے تلامذہ نے روایت کیا۔

امام ابویوسفؒ کے تذکرے میں، ابن خلکان شافعی اور ابن العماد الحنبلی نے لکھا ہے:

"واول من وضع الكتب فى أصول الفقه على مذهب أبى حنيفة، و أملى المسائل و نشرها، و بث علم أبى حنيفة فى أقطار الارض."[۱۸]

''انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر اصول فقہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کیں۔ مسائل املا کروائے اور ان کی اشاعت کی اور امام ابوحنیفہؒ کا علم ہر گوشۂ زمین میں پھیلایا۔''

ابن ندیم نے امام ابوحنیفہؒ کے دوسرے شاگرد امام محمدؒ کے تذکرہ میں ان کی کتب کی فہرست میں کتاب اجتہاد الرای، کتاب الاستحسان اور کتاب اصول الفقہ کا ذکر کیا ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس تدوین فقہ میں اصول فقہ واضح و منقح ہو چکے تھے بلکہ فقہ کی تدوین کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کی با قاعدہ تدوین اور اس کی کتب تصنیف کرنے کا شرف بھی امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ہی کو حاصل ہوا ہے۔

علامہ ابو الوفا الافغانی نے بالکل بجا فرمایا ہے:

وأما أول من صنف في علم الاصول – فيما نعلم – فهو اِمام الائمة ، و سراج الامة ابو حنيفة النعمان رضى الله عنه حيث بين طرق الاستنباط فى (كتاب الراى) له، و تلاه صاحباه القاضى ، الاِمام أبويوسف يعقوب بن اِبراهيم الأنصارى، و الاِمام الربانى محمد بن الحسن الشيبانى رحمهما الله.[۱۹]

اور جس شخص نے علم اصول (فقہ) میں سب سے پہلے کتاب تصنیف کی ہمارے علم کے مطابق وہ امام الائمہ، سراج الائمہ ابوحنیفہ النعمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں ، انہوں نے اپنی کتاب الرائے میں استنباط کے طریقوں کو بیان کیا ہے۔ ان کے بعد اصول فقہ میں کتابیں تصنیف کرنے والوں میں ان کے صاحبین امام ابو یوسف ، ابراہیم انصاری اور امام ربانی محمد بن حسن الشیبانیؒ کا نام آتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں شاہ ولی اللہؒ کی جلالتِ شان اور عظمتِ مقام کے باوجود ان کی اس بات سے اتفاق کرنا مشکل ہے:

أنى وجدت بعضهم يزعم أن بناء الخلاف بين أبى حنيفة و الشافعى رحمهما الله على هذه الأصول المذكورة فى كتاب البزدوى و نحوه، و انما الحق أن اكثرها اصول مخرجة على قولهم و عندى ان المسألة القائلة بأن الخاص مبين و لا يلحقه البيان، و أن الزيادة نسخ

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان بنائے اختلاف وہ اصول ہیں جو بزدوی کی کتاب وغیرہ میں مذکورہ ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان میں سے بیش تر اصول بعد میں ان ائمہ کے اقوال سے مستنبط کیے گئے ہیں۔ میرے نزدیک بہت سے اصول، مثلاً خاص مبیّن ہے، زیادتی نسخ ہے، عام خاص کے مثل

و أن العام قطعی کالخاص ، و أن لا ترجیح بکثرۃ الرواۃ وأنہ لایجب العمل بحدیث غیر الفقیہ اذا انسد باب الرأی ، و أن لا عبرۃ بمفہوم الشرط والوصف أصلا و أن موجب الأمر ھو الوجوب البتۃ ، وأمثال ذلک اصول مخرجۃ علی کلام الائمۃ، و انہ لا تصح بھا روایۃ عن أبی حنیفۃ و صاحبیہ. ۲۰

قطعی ہے، کوئی روایت کثرۃ رواۃ کی بنا پر قابل ترجیح نہیں ہے، غیر فقیہ کی حدیث پر عمل ضروری نہیں اگر اس سے رائے کا دروازہ بند ہوجائے، شرط اور وصف کے مفہوم کا اعتبار نہیں ، امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے، وغیرہ۔ یہ تمام اصول ائمہ کے کلام سے بعد میں مستنبط کیے گئے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحبین نے ان کا استنباط کیا ہے، یہ ثابت نہیں ہے۔

علامہ زاہد الکوثریؒ کا اس پر یہ محاکمہ گو سخت ہے، لیکن دلائل پر مبنی اور قابلِ توجہ ہے۔

''مسلک حنفی کے اصول کے بارے میں انھوں نے کہا ہے کہ یہ متاخرین کے وضع کردہ ہیں۔ انہوں نے خبر احاد سے نص پر زیادتی کو اسی صنف میں شامل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے خود انہی کی بات کی تردید ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (اس معاملہ میں) ان کا مبلغ علم قلیل ہے، ان کی معلومات کا دائرہ تنگ ہے اور وہ متقدمین کی کتب سے جن میں کثرت سے مسلک حنفی کے اصول ائمہ قدما سے نقل کیے گئے ہیں، بے خبر ہیں۔ کیا ان کو عیسیٰ بن ابان کی کتاب الحجج الکبیر یا الصغیر، ابو بکر رازی کی الفصول فی الاصول اور اتقانی کی شامل، کتب ظاہر الروایہ کی شروح کی کچھ خبر نہیں۔ اُن کتب میں کثرت سے مسلک حنفی کے اصول ائمہ سے منقول ہیں۔'' ۲۱

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انسؒ نے بھی اصول فقہ پر کلام فرمایا۔ اس پر ان کی مشہور تالیف موطا شاہد ہے جس میں ان قواعد واصول کی طرف اشارہ ملتا ہے جو دوران اجتہاد و استنباط ان کے پیش نظر ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کی وہ مکاتبت بھی جو

فقیہ مصر حضرت لیث بن سعدؒ سے ہوئی، بطورِ مثال پیش کی جاسکتی ہے۔لیکن آپ نے اجتہاد واستنباط کے اصول وقواعد کو کسی مستقل کتاب کی صورت میں مدوّن فرمایا ہو، اس کا سراغ نہیں ملتا۔

ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان فرماتے ہیں:

''مالکیہ کی رائے ہے کہ امام مالکؒ نے سب سے پہلے اصول فقہ اور غریب الحدیث میں کلام کیا ہے اور اپنی موطا میں کثرت سے ان کو بیان کیا ہے۔لیکن مالکیہ، امام مالک کی اصول فقہ میں مستقل تالیف کا دعویٰ نہیں کرتے۔ بے شک وہ اولین لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں سب سے پہلے کلام کیا۔ ہم نے ان کی لیث بن سعد سے مکاتبت کا ذکر پہلے کیا ہے۔جو کہ اصول (فقہ) کی تدوین کے آغاز (کے) نمونہ (کے طور پر پیش کی جاسکتی) ہے۔''[۲۲]

حاصل بحث یہ کہ جس طرح فقہ کی باقاعدہ تدوین کا آغاز حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے کیا، اسی طرح اصول فقہ یعنی استنباط و استخراج کے میدان میں بھی باقاعدہ تصنیف وتالیف میں اولیت کا شرف حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ امام ابویوسف وامام محمد کو حاصل ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ ڈاکٹر عبدالوہاب سلیمان، الفکر الاصولی، دارالشروق، جدہ، طبع دوم ۱۹۸۴ء، ص: ۶۰

۲۔ ابن حزم اندلسی، الاحکام فی اصول الاحکام، دارالحدیث بجوار ادارہ الازھر، مصر، ۱۹۸۴ء، ۱(۱۱)/ ۲۳۷

۳۔ الکوثری، علامہ زاہد، فقہ اہل العراق وحدیثھم، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۱ھ، ص: ۵۵

۳الف حوالہ سابق

۴۔ شبلی نعمانی، سیرت النعمان، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، س۔ن، ص ۲۲۷

۵۔ فقہ اہل العراق وحدیثھم، ص: ۵۵۔۵۶

۶۔ الکوثری، علامہ زاہد، حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابو یوسف القاضی، ایچ ایم سعید کمپنی، طبع دوم، ۱۴۰۳ھ، ص:۱۳

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً، بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن حسن الشیبانی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۰ھ، ص:۱۸

۹۔ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۴۰۱ھ، ص:۲۳۔۲۴

۱۰۔ فقہ اہل العراق وحدیثھم، ص:۵۶۔۵۷

۱۱۔ یسألہ ان یحمل الیہ شیئا من کتب ابی حنیفۃ ففعل، الدمشقی، محمد یوسف صالح، عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ، ص:۱۸۶

۱۲۔ بلوغ الامانی، ص:۱۸

۱۳۔ مجلّہ برھان، ج۔۱۰۰، شمارہ ۵، ص:۱۷، بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۸۱

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۸۔۱۹، بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۷۸

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، مکتبہ العربیہ بغداد، ۱۹۳۱ء، ۳۴۲/۱۳

۱۷۔ مجلّہ برہان، ج۔۱۰۰، ش:۵، ص:۲۵۔۲۶

۱۸۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، دارالثقافۃ بیروت، ۱۳۲۲ھ، ۳۸۲/۶، شذرات الذھب، ۳۰۱/۱

۱۹۔ فقہ اھل العراق وحدیثھم، ص ۵۶

۲۰۔ امام بزدوی، اصول السرخسی، تحقیق ابوالوفا الافغانی، دارالمعارف النعمانیہ، طبع اول ۱۹۸۱ء، ص ۳

۲۱۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، دارالتراث، قاہرہ، طبع اول، ۱۳۵۵ھ، ۱۶۰/۱

۲۲۔ حسن التقاضی، ص ۹۸